سے پیدا ہوتی ہے۔ یا یوں کہیئے کہ مادہ اور روح کے ملاپ سے۔

انسان اور دوسرے جاندار حرکت کرنے والی ہستیاں ہیں۔ نباتات اور جمادات حرکت نہ کرنے والی ہستیاں ہیں۔ سری کرشن کہتے ہیں کہ ان سب چیزوں میں روح ہے۔ اس لئے سب زندہ ہیں اور سب صاحبِ ادراک و شعور۔ حاصل کلام یہ کہ گیتا کے اس شلوک سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمام حیوانات نباتات اور جمادات میں آتما کام کر رہی ہے۔ کوئی چیز مطلق بے جان نہیں۔

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ نباتات اور جمادات فی الواقعہ بے جان اور بے شعور ہیں اب سائنس کی تحقیقات یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ نباتات میں جان ہے اور ایک حد تک احساس اور شعور بھی۔ صحیح بات یہ ہے کہ جمادات بھی قطعی بے جان نہیں۔ وہ بھی زندہ ہیں اور اس لئے صاحب شعور بھی ہیں۔

قرآن مجید میں چند در چند مقامات ایسے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بظاہر بے جان چیزیں فی الواقعہ جاندار ہیں۔ لیکن ہم ایسے مقامات کی مجازی تعبیر کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ حالانکہ حقیقی تعبیر کے خلاف ہمارے پاس کوئی معقول وجہ موجود نہیں بلکہ ان مقامات کے مجازی معنوں کے خلاف کئی قطعی دلیلیں موجود ہیں

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ	پھر سخت ہو گئے تمہارے دل اس کے بعد
كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدُّ قَسْوَةً وَإِنَّ مِنَ	سو وہ مثل پتھر کے ہیں یا اس سے بھی زیادہ
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ	سخت۔ اور پتھروں میں سے تو بعض ایسے
مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ	بھی ہیں کہ جاری ہو جاتی ہیں ان سے نہریں
مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲:۷۴)	اور ان میں سے بعض وہ بھی ہیں کہ پھٹ جاتے

(۲-۷۴) ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں
سے بعض وہ بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے
خوف سے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

"یہاں پتھروں کو صفت خشیت سے جس کے معنی ڈر کے ہیں موصوف کیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ڈرنا سوائے زندگی اور شعور کے نہیں ہو سکتا۔ اور پتھران دونوں باتوں سے عاری ہے۔ پس پتھروں کو اس صفت سے موصوف کرنا کس طرح درست ہو سکتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک جمادات وحیوانات میں سے ہر ایک کے لئے ایک روح مجرد ہے۔ جیسے آیت فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ میں لفظ مَلَکُوْت سے تعبیر کیا گیا ہے اور وہ روح مجرد زندہ ہے صاحب شعور ہے اور دراک ہے ہر جماد اور حیوان کی صلوٰۃ وتسبیح جس کا ذکر قرآن میں جا بجا آیا ہے اسی روح سے ہے لیکن اس روح کو ان چیزوں کے ابدان میں تدبیر وتصرف کا علاقہ نہیں۔ اور نہ اس روح کا اثر روح حیوانی کے توسط کو پہنچتا ہے۔ بلکہ ارواح ملائکہ کی طرح جو اپنے ابدان میں روح حیوانی کے توسط کے بغیر تصرف کرتے ہیں یہ روح بھی پرتو اور شعشعان اپنے خاص جسم پر ڈالتا ہے۔ اور اس وقت شعور اور ارادہ کے افعال اس چیز سے سرزد ہوتے ہیں لیکن یہ تعلق مسلسل نہیں جو ثواب وعقاب کا باعث بن سکے۔ لیکن عالم آخرت میں ان ارواح کے آثار کا ظہور اپنے ابدان میں دائمی ہو جائے گا۔ اور اسی لئے وہ گواہی دیں گے اور باتیں کریں گے۔"

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے۔

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ ..... (۱۳.۱۳) اور پاکی بیان کرتا ہے رعد اس کی حمد کے ساتھ

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ بجلی کی کڑک بھی اندھی طاقت نہیں ایک زندہ شاعر اور دراک طاقت ہے یہ بات گو بظاہر عجیب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن قرآن کی بیان کردہ حقیقت ہے اور آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ علمی دنیا کس حد تک اس حقیقت کی قایل ہو چلی ہے ۔

ذرا آگے اسی سورۃ میں ہے ۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۱۳-۱۵)

اور اللہ ہی کو سجدہ کرتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے خوشی سے اور ناخوشی سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقت۔

سایہ کیا چیز ہے فقط سایہ ہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ وہ بھی خدا کے حضور سجدہ کرتا ہے طوعاً وَّکرهاً اور طوع اور کرہ دونوں کے لئے شعور لازمی ہے ہم اپنی نادانی اور کم نگاہی کی وجہ سے ان مقامات کی تاویلیں کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ کسی تاویل کی ضرورت نہیں ۔ اور پھر ایسی تاویل کی۔

حق بود تاویل کاں گرمت کند
نے کہ سست و سرد بے شرمت کند

فلسفہ تو اب یہاں تک آ پہنچا ہے کہ جزو لایتجزی تک صاحب شعور ہے ۔

وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ۝ (۲۱-۷۹)

اور تابع کئے تھے ہم نے ساتھ داؤد کے پہاڑ کہ وہ تسبیح پڑھا کرتے تھے اور پرندے بھی اور ہم ہی ایسا کرنے والے تھے ۔

پہاڑ بھی اور پرندے بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح و تحمید میں شامل ہوتے تھے منکرین معجزات ایسے مقامات پر عجیب عجیب باتیں کہتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اپنی رائے کو نص قرآنی

کے مطابق بنائیں۔ قرآن کو موڑ توڑ کر اپنے معتقدات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ پہاڑوں میں روح ہے اور شعور بھی وہ ہر وقت تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ہم ان کے اذکار کو نہ سمجھ سکیں۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر ہے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۰ (۳۳-۷۲)	بے شبہ ہم نے پیش کی اپنی امانت آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر۔ بس انھوں نے انکار کیا اس کے اٹھانے سے اور وہ ڈر گئے اس سے اور اٹھا لیا اسے انسان نے بے شک وہ تھا بڑا ظالم بڑا نادان۔

یہ امانت کیا تھی۔ اس بحث کا یہ مقام نہیں۔ لیکن اس آیت سے روزِ روشن کی طرح یہ بات روشن ہے کہ سورج۔ چاند۔ تاروں۔ پہاڑوں اور زمین وغیرہ جمادی مخلوق کے سامنے اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک امانت پیش کی لیکن سب اس ذمہ داری سے ڈر گئے اور انکار کر دیا۔ امانت کا پیش کیا جانا ان چیزوں کا اس سے ڈر جانا اور اس ذمہ داری کے اٹھانے سے انکار کر دینا قطعی دلیل ہے اس امر کی کہ یہ چیزیں زندہ ہیں اور شعور رکھتی ہیں۔

تعجب ان لوگوں پر ہے جو اگر سائنس والے ایسی بات کہیں تو مان جاتے ہیں اور اگر قرآن کہے تو تشویش میں پڑ جاتے ہیں۔ اور تاویلیں کرنے لگ جاتے ہیں میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگ صرف زبان سے قرآن کو خدا کا کلام کہتے ہیں دل سے نہیں۔

ایک اور مقام پر ہے۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ	پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور وہ دھواں

فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا ..... ٥ (۴۱ - ۱۱ و ۱۲)

تھا پس کہا اُس کو اور زمین کو آؤ خوشی سے یا جبر سے۔ وہ دونوں بولے کہ ہم آئے خوشی سے پس بنا دیا ان کو سات آسمان دو دنوں میں۔ اور وحی کی اس نے ہر ایک آسمان (کے دل) میں اس کا کام (یعنی اس کے فرائض و وظائف)

کتنے صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان کو حکم دیا کہ آؤ خوشی سے آؤ یا جبراً لائے جاؤ گے انھوں نے جواب دیا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پھر ہر ایک آسمان کے دل میں بذریعہ وحی القا کیا گیا کہ تمہارے فرائض اور وظائف یہ ہوں گے۔

سورج، چاند، سیاروں، ستاروں اور زمین کو دیکھو اور کائنات کی ہر ایک چیز کو دیکھو کس طرح بے چون و چرا اپنے اپنے کام میں مصروف ہے۔ اور کتنی پابندی اور ضبط اوقات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو اپنا اپنا کام سمجھا دیا گیا ہے۔ کیا پھر بھی ان چیزوں کو بے جان اور بے شعور کہا جا سکتا ہے۔

سورہ نبا (۷۸) کی آیت يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ ...... کی تفسیر میں مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"یہاں روح نام ہے ایک باشعور بیدار لطیفے کا جو ہر مخلوق کو دیا گیا ہے۔ آسمان کو زمین کو پہاڑ کو دریا کو درخت کو اور پتھر وغیرہ کو۔ اس روح کو قرآن کے ایک اور مقام پر ملکوت کل شیءٍ کہا گیا ہے۔ اور اسی لطیفۂ درّاک کے ذریعہ ہر ایک چیز کو اپنے پروردگار کی تسبیح و عبادت میسر ہے۔ اس لطیفہ کی حقیقت ایک نورانی جوہر ہے جو تمام جواہر و

اعراض سے متعلق ہے۔ اور انہی جواہر روحانیہ کے ذریعے قرآن کی سورتیں۔ نیک اعمال نماز اور روزہ وغیرہ اور خانہ کعبہ قیامت کے دن اور برزخ میں شفاعت کریں گے اور گواہی دیں گے اور اسی روح کے ذریعے آسمان اور زمین دن اور رات شہادت دیں گے حدیث صحیح میں ہے کہ موذن کے لئے جہاں تک اس کی اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کے درخت اور پتھر وغیرہ گواہی دیں گے۔

بنی آدم اور حیوانات کے متعلق ارواح اور نباتات و جمادات وغیرہ کے متعلق ارواح میں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت میں تعلق دائمی ہے اور دوسری صورت میں غیر مسلسل۔ قرآن مجید کی ایک گواہی اور سن لیجئے۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ	جب ہلا دی جائے گی زمین بڑے زور سے اور
وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ وَقَالَ	نکال باہر کرے گی زمین اپنے بوجھ۔ اور کہے
الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ	گا انسان کہ اس کو کیا ہو گیا۔ اُس دن زمین
اَخْبَارَهَا ۙ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۙ	بیان کرے گی اپنی خبریں۔ کیونکہ آپ کے پروردگار
(۹۹ - ۱ تا ۵)	نے وحی کی ہے اس کی طرف۔

حضرت شاہ صاحب ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

"یہاں بعض آدمیوں کے دل میں شبہ گذرتا ہے کہ زمین جو جماد لا یعقل ہے کس طرح باتیں کریگی۔ اس شبے کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ مخلوقات میں ہر ایک چیز روح رکھتی ہے البتہ حیوانی ارواح اپنے ابدان میں تدبیر و تصرف کا تعلق رکھتے اور ہمیشہ تغذیہ، احساس اور حرکت میں مشغول رہتے ہیں دوسری مخلوقات کے ارواح تدبیر و تصرف کا تعلق نہیں رکھتے اور انہیں ہمیشہ احساس اور حرکت اختیاری موجود نہیں ہوتی اس لئے انکے ارواح کا ابدان کیساتھ تعلق عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہتا ہے اگرچہ بطریق خرق عادت

(معجزات وغیرہ کی صورت میں) کبھی کبھی ظاہر بھی ہو جاتا ہے"

اس بارے میں آپ گیتا کی شہادت سن چکے۔ قرآن مجید کی قطعی گواہی بھی آپ کے گوش گذار ہو چکی ہے۔ اب صوفیہ کرام کے معتقدات کا اندازہ مولانائے روم کے ان اشعار سے کیجئے۔

هستی کوه هست مخفی از خرد | هستی بیچون خرد کے پے برد
باد را بے چشم اگر بینش نداد | فرق چوں میکرد اندر قوم عاد
آتش نمرود را گر چشم نیست | با خلیلش چوں ترحم کرد و ایست
گر نبودے نیل را آں نور دید | از چہ کافر را ز مومن برگزید
گر نہ کوه و سنگ با دیدار شد | پس چرا داؤد را او یار شد
ایں زمیں را گر نبودے چشم جاں | از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
گر نبودے چشم دل حنانہ را | چوں بدیدے ہجر آں فرزانہ را
در قیامت ایں زمیں در نیک و بد | کز ما دیدہ گواہی مے دہد

مولانا نے اس سلسلے میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند | با من و تو مردہ با حق زندہ اند

یعنی ہوا۔ مٹی۔ پانی اور آگ یا بالفاظ دیگر تمام عناصر خدا کے احکام کے فرماں بردار ہیں جہاں تک ہمارا تعلق ہے وہ بے جان بے شعور اور مردہ اجسام ہیں لیکن خدا کے حضور وہ زندہ ہیں اور ادراک رکھتے ہیں ان کی زندگی اور ان کا شعور نظر نہیں آتا۔ وہ ہم سے باتیں نہیں کرتے۔ یا ہم ان کی باتیں نہیں سمجھتے۔ لیکن کائنات کا ذرہ ذرہ زندہ ہے اور صاحب شعور۔ وہ خدا سے باتیں کرتا ہے اور اس کے احکام کی تعمیل میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی تسبیح و تحمید کرتا رہتا ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ | تسبیح کرتے ہیں اس کی ساتوں آسمان اور

وَمَن فِيهِنَّ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۱۷ - ۴۴)

زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تسبیح نہ کرتی ہو اس کی حمد کے ساتھ۔ لیکن تم نہیں سمجھتے اُن کی تسبیح کو۔

فشنر یورپ کا ایک مشہور فلسفی ہے۔ اُس کے خیالات اس بارے میں قابل غور ہیں۔

"فشنر کے نزدیک اسی غلط نگاہی کی وجہ سے عام طور پر یہ خیال پھیل گیا ہے کہ اس دنیا میں فقط حیوانوں اور انسانوں ہی میں زندگی پائی جاتی ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہم اپنے تجربے کے مطابق ان کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف زندگی کو منسوب نہیں کر سکتے لیکن براہ راست تجربہ تو ہم کو فقط اپنی روح کا ہے۔ دوسرے ارواح کے وجود تک میں فقط تمثیلی استناج سے پہنچتا ہوں۔ اگر میرے پاس اس تمثیل کی توسیع کے لئے قوی دلایل موجود ہوں تو مجھ کو کیا امر مانع ہو سکتا ہے کہ میں نباتات اور اجرام فلکیہ کو بھی جاندار سمجھوں . . . . عالم حیوانات سے عالم نباتات کی طرف عبور اس درجہ مسلسل ہے کہ ان میں سے ایک کو جاندار اور دوسرے کو بے جان کہنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ نباتات کا شعور حیوانات کے مقابلے میں ایسا ہی ادنیٰ ہو سکتا ہے جیسا کہ حیوانات کا شعور انسان کے مقابلے میں اس کے علاوہ اجرام فلکیہ کو کیوں جاندار تسلیم نہ کریں۔ انسان اور حیوان زمین کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کے ارواح کا روحِ زمین کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہو جیسا کہ ان اجسام کا جسمِ زمین کے ساتھ ہے۔ یہ بالکل ایک مصنوعی تجرید ہے کہ ہم انسانوں اور حیوانوں کی روحوں کو باشعور ہونے کی وجہ سے کل زمین کی زندگی کے مخالف قرار دیں۔ تیلید ادنیٰ ارواح کا اعلیٰ ارواح سے ایسا ہی تعلق ہو جیسا کہ محرکات و تصورات کا اُن سے متعلقہ انفرادی روح سے ہوتا ہے۔ انجام کار تمام روحیں ایک روحِ برتر و محیط کے

ساتھ وابستہ ہیں" (تاریخ فلسفہ جدید جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر ہیر لڈ ہوفڈنگ مترجمہ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم۔ صفحہ ۵۹۸ - ۵۹۹)

رب کا ایک اور فلاسفر کمپانلا کہتا ہے :۔

"ہر شے جو موجود ہے اس کے وجود کی تین صورتیں ہیں۔ قوت۔ علم اور جذبہ موجود ہونے کے سب سے مقدم یہ معنے ہیں کہ کسی شے میں اپنے آپ کو محسوس کرنے کی قوت ہے ...... اپنی ذات کا علم دیگر تمام قسم کے علم کی شرط مقدم ہے۔ اس قسم کا مصدری علم ذات ہر شے میں پایا جاتا ہے ...... قوت اور علم کی طرح جذبہ بھی ہر شے میں پایا جاتا ہے اس کی شہادت اس امر سے ملتی ہے کہ ہر شے اپنے تحفظ کی کوشش کرتی ہے، پتھر پتھر ہی رہنا چاہتا ہے اور اگر اسے ہوا میں اُچھالیں تو وہ زمین پر واپس آنا چاہتا ہے جہاں اس کا گھر ہے" (کتاب مذکور جلد اول صفحہ ۱۷۲ تا ۱۷۵)

انکسا گورس کہتا ہے کہ روح ہر چیز میں پائی جاتی ہے۔ نباتات۔ حیوانات اور انسان سب رح کے کرشمے ہیں۔ انسان میں زیادہ عقل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کو ایسے آلات اور اعضا ملے ہیں جن سے روح زیادہ اچھی طرح کارفرما ہو سکتی ہے۔ ادنیٰ اور اعلیٰ وجود میں صرف تنظیم کا فرق ہے جسم میں تنظیم زیادہ ہوگی وہ روح کو زیادہ قبول کرے گی (داستانِ دانش۔ مصنفہ ڈاکٹر خلیفہ الحکیم۔ صفحہ ۴۹)

"برونو کے ہاں جوہر کی دو قسمیں ہیں۔ جنہیں کبھی وہ صورت اور مادہ کہتا ہے اور کبھی روحانی اور مادی جوہر۔ دونوں ازلی اور ابدی ہیں روحِ کائنات سرمدی صورت بھی ہے جو تمام پیدا اور ناپید ہونے والی صورتوں پر حاوی ہے۔ اور وہ روح لامحدود بھی ہے جو ارواحِ لامحدود کے تغیرات میں باقی رہتی ہے۔ ہر وہ شے جو موجود ہے زندہ اور مصور ہے

گو انداز زندگی مختلف ہیں" (تاریخ فلسفہ جدید ۔ مذکورہ بالا ۔ جلد اول صفحہ ۱۵۲)

"فردِ مطلق جسے لائبنٹز اصل حقیقت سمجھتا ہے ۔ اس کا اصطلاحی نام موناد ہے یہ ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنی اکائی یا وحدت کے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم اپنے اندر دیکھتے ہیں کہ واضح شعوری حالتیں تاریک غیر شعوری حالتوں سے بدلتی رہتی ہیں ۔ اسی مماثلت سے ہمیں یہ قیاس کرنا چاہیے کہ مونادات بھی تاریکی اور وضاحت کے مختلف مدارج میں پائے جاتے ہیں ۔ کچھ سو رہے ہیں ۔ کچھ خواب کی سی حالت میں ہیں اور کچھ کم و بیش جاگتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ احساس اور ارادہ کے ملکات صرف مادے کے اسی حصے کو عطا کئے گئے ہیں ۔ جس سے انسانی جسم بنتے ہیں ۔ ادنیٰ مدارجِ حیات میں بھی اسی کے مانند ملکات موجود ہوں گے خواہ ہم انھیں روح کہیں یا نہ کہیں"

(کتاب مذکور صفحہ ۲۹۶)

سوامر ڈام لوئے دن ہک اور بعض دوسرے محققین نے خوردبین کے ذریعے بعض چھوٹے چھوٹے عضویہ دریافت کئے تھے ۔ لائبنٹز نے ان کی تحقیقات کو اپنے نظریہ کی تجربی تائید خیال کیا ۔ کہ بظاہر بے جان مادہ میں بھی قوتِ زندگی اور روح موجود ہے ۔ اس نے اپنے فلسفے میں دعویٰ کیا تھا کہ بظاہر یک رنگ اور بے اعضا سے مادے میں بھی ہم جنس، انفرادی ہستیاں پائی جاتی ہیں (کتاب مذکور صفحہ ۲۹۶)

"مادۂ اول ۔ صورت ۔ قوت ۔ زندگی اور عقل بعینہٖ وہی کچھ ہیں جو فطرت ۔ فطرت وہی کچھ ہے جو کائنات اور کائنات وہی کچھ ہے جو خدا ہے ۔

یہاں تک تو بات صاف ہے ۔ گو تقین بخش نہ ہو لیکن موناد کے نظریے کی اور صورت ہے ۔ اس نظریے کی تفصیل برونو کی لاطینی تصنیفوں میں ملتی ہے ۔ ۔ ۔ ممکن ہے کہ موناد وں سے برونو کی مراد ان انتہائی باریک ترین اجزا سے ہو جن میں ایتھر (ائیر) تقسیم شدہ

تصور کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک موناد صاحب شعور ہے۔ اور اس لئے تمام کائنات کا نمائندہ چند در چند موناد مل کر اور ذرات (ایٹم) کے ایک مجموعے کے اندر تدریج در تدریج طریقے سے داخل ہو کر اس مجموعے کو ابتدائی جسموں کی صورتیں اور خاصیتیں دیتے ہیں۔ یہ جسم بتدریج نباتی حیوانی اور پھر انسانی جسموں میں ترقی کرتے ہیں۔ لیکن یہ زندگی بخش عمل انسان پر ختم نہیں ہوتا زمین اور دوسرے سیارے۔ سورج اور تارے تمام کے تمام بڑے مجسم کے موناد ہیں۔ اور ان میں صاحب عقل روحیں ہیں۔ جیسا کہ ارسطو نے خیال کیا تھا اور افلاطون کا پرانا علم الاصنام جس سے ارسطو نے یہ خیال اخذ کیا تھا۔ اس کے بڑے دشمن برونو کی تصانیف میں بھی دہرایا گیا" (ہسٹری آف ماڈرن فلاسوفی۔ مصنفہ اے ڈبلیو بن۔ صفحہ ۱۰۰)

لیبنز کہتا ہے کہ کائنات میں کوئی ایسی چیز نہیں جسے ہم بے جان مادہ کہہ سکیں۔ کائنات تمام تر زندہ طاقتوں پر مشتمل ہے ...... اس کے نزدیک ہر ایک موناد میں نفسی (سائکیک) زندگی کی یہ دو خصوصیتیں موجود ہیں۔ ایک وقوف یعنی سوجھ بوجھ اور دوسری آرزو۔ گو موناد کو ان کا شعور نہ ہو (کتاب مذکور صفحہ ۵۱-۵۲)

فیوض الحرمین مصنفہ شاہ ولی اللہ کے ترجمہ اردو موسومہ مشاہدات و معارف از پروفیسر محمد سرور کے صفحہ ۶۲ پر حاشیہ میں مترجم کا مندرجہ ذیل نوٹ قابل ملاحظہ ہے۔

"مولانا محمد قاسم رحمت اللہ علیہ تقریر دلپذیر میں لکھتے ہیں۔ باقی رہا عالم کے لئے روح کا ہونا۔ ہر چند نظر سرسری میں ایک نامعقول بات معلوم ہوتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ وجہ اس کی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ زندگی سانس کے لینے اور اپنے ارادے سے حرکت کرنے کا نام رکھ چھوڑا ہے۔ اور اگر ہم تم یہ بات جانتے کہ زندگی اسے نہیں کہتے بلکہ زندگی حقیقت میں اسے کہتے ہیں کہ جس سے جاننا پہچاننا سوچنا سمجھنا تعلق رکھتا ہے۔ تو

ماسوا انسان اور حیوانات کے زمین ۔ آسمان ۔ درخت ۔ پہاڑ ۔ بلکہ مجموعۂ عالم کے حق میں بھی روح کے ہونے کا انکار نہ کرتے ۔ مجھے بڑی قوی دلیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ماسوا اُن اشیاء کے جن کو ہم جاندار کہتے ہیں اوروں میں بھی بلکہ ہر شے میں جان ہے ۔ اور ہر ذرہ اور ہر چیز کے لیئے ایک روح ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ پہلے اس سے واضح ہو چکا کہ اس عالم کی ہر چیز کا چھوٹی سے لے کر بڑی تک وجود اُور ہے اور ذات اُور ہے ۔ یعنی دو وجود ہیں ظاہری اور باطنی ۔ سو باطنی وجود کو ذاتِ خداوندی سے کچھ اس قسم کی نسبت ہے جیسے شعاعوں کو آفتاب سے ۔ اور وجودِ ظاہری کو بمنزلہ دھوپوں کے جو شعاعوں سے پیدا ہوتی ہیں اور ہر صحن اور ہر میدان میں جدا جدا نظر آتی ہیں "

مولانا روم نے فرماتے ہیں

وانکہ اورا نبود از اسرار داد	کے کند تصدیق او نالۂ جماد
گر نبندے واقفانِ امرِ کُن	در جہاں رو گشتہ بودے ایں سخن
فلسفی را زھرہ نے نادم زند	دم زند دینِ حقش برھم زند
دست و پائے او جماد و جانِ او	ہر چہ گوید آں دو در فرمانِ او

یعنی جو شخص بھید کا واقف نہیں وہ جمادات کے نالہ و فریاد کرنے کی تصدیق نہیں کرے گا اگر آفرینشِ عالم کے بھیدوں کے جاننے والے نہ ہوتے تو اس بات کو دنیا میں کوئی نہ مانتا ۔ فلسفی کی طاقت نہیں کہ وہ جمادات کے باشعور ہونے سے انکار کر سکے ۔ اگر انکار کرے بھی تو دینِ حق اسے درہم برہم کر دے کیا وہ نہیں دیکھتا کہ اس کے ہاتھ اور پاؤں جمادات ہیں لیکن اس کی روح جو حکم کرتی ہے وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں ۔

شیخ محی الدین ابن عربی باب ۳۲۶ میں لکھتے ہیں ۔

"واضح رہے کہ سارے عالم میں جو بھی کسی صورت سے مقید ہے۔ اس کے لئے ایک روحِ الٰہی ہے۔ جو اس کو لازم ہے اور اُسی سے وہ اللہ عزوجل کی تسبیح کرتا رہتا ہے پس بعض ارواح تو ایسی ہیں جو اُس صورت کی مدبر ہیں کیونکہ صورت ارواح کی تدبیر کو قبول کرتی ہے اور یہ وہ ہر صورت ہے جو ظاہری زندگی اور موت سے متصف ہے اور اگر ظاہری زندگی اور موت سے متصف نہیں تو اس کی روح روحِ تسبیح ہے روحِ تدبیر نہیں" شیخ نے اس پر طویل بحث کرتے ہوتے فرمایا ہے۔ ان ارواح میں ان صورتوں کی ارواح سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا کوئی عارف نہیں کہ جو تدبیر سے بے تعلق ہیں۔ یہ ارواحِ جماد ہیں اور اُن سے رتبہ میں کم ارواحِ نبات ہیں اور اُن سے کم مرتبہ ارواحِ حیوان ہیں اور سرکش انسانوں کی روحیں ان سے بھی گئی گذری ہیں۔ لیکن صالحین میں حسب تفاوتِ طبقات انبیاء اولیا اور مومنین کی ارواح سے معرفت میں اعلیٰ کوئی نہیں کہ یہ اختصاصِ الٰہی ہے" (الیواقیت الجواھر۔ بحوالہ لغات القرآن مؤلفہ محمد عبدالرشید نعمانی۔ ندوۃ المصنفین دہلی جلد سوم صفحہ ۱۱۸-۱۱۹)

دیکھئے ابنِ عربی نے اس بیان میں کتنا لطیف نکتہ پیدا کیا ہے۔ عام فلسفی اور سائنسدان جو نباتات وجمادات میں شعور کے قایل ہیں۔ کہتے ہیں کہ روحِ انسانی اس لحاظ سے سب سے اعلیٰ ہے اس سے کم روحِ حیوانی ہے اُس سے کم روح نباتی اور سب سے کم روحِ جمادی ہے۔ ابن عربی فرماتے ہیں کہ جہاں تک معرفتِ الٰہی کا تعلق ہے :-

الف۔ روحِ جمادی سب سے بلند تر مرتبہ پر ہے۔

ب۔ روحِ نباتی اس سے کم درجہ پر

ج۔ روحِ حیوانی اُس سے بھی نیچے۔ اور

د۔ روحِ انسانی (باستثنائے مذکورہ) سب سے نچلے درجہ پر۔

وجہ یہ ہے کہ روحِ جمادی سراسر معرفتِ الٰہی اور تسبیح و تحمید میں مصروف ہوتی ہے اور تدبیر جسمانی سے بالکل بے تعلق روحِ نباتی میں معرفت کچھ کم اور تدبیر کچھ زیادہ۔ روحِ حیوانی پر معرفت اور بھی کم اور تدبیرِ جسمانی کا شغل اور بھی زیادہ۔ اور سرکش انسان تو ہمہ تن جسمانیات کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ اور معرفتِ الٰہی اور تسبیح و تہلیل سے قطعاً غافل۔

ہر گیاہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

مسلمانوں کا عروج و زوال
(طبع دوم)

اس کتاب میں اوّلاً خلافت راشدہ اس کے بعد مسلمانوں کی دوسری مختلف حکومتوں، اُن کی سیاسی حکمت عملیوں اور مختلف دوروں میں مسلمانوں کے عام اجتماعی اور معاشرتی احوال و واقعات پر تبصرہ کر کے ان اسباب و عوامل کا تجزیہ کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے غیر معمولی عروج اور اس کے بعد ان کے حیرت انگیز انحطاط و زوال میں مؤثر ہوتے ہیں طبع ثانی جس میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا ہے خصوصاً کتاب کے آخری حصّے کی ترتیب بالکل بدل گئی ہے۔

انھیں غیر معمولی اضافوں اور مباحث کی تفصیل کی وجہ سے اس کے جدید ایڈیشن کو مطبوعات ۱۹۴۶ء کی فہرست میں رکھا گیا ہے اور اس کو ایک جدید کتاب کی حیثیت دی گئی ہے بڑی تقطیع ضخامت ۴۴۷ صفحات قیمت مجلد پانچ روپے۔ قیمت غیر مجلد چار روپے۔

عقل کی ماہیت

مولانا محمد عثمان صاحب فارقلیط چیف ایڈیٹر روزنامہ الجمعیتہ دہلی

"عقل" کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا دائرہ عمل محدود ہے یا لامحدود؟ وہ قابلِ اعتبار ہے یا ساقط الاعتبار؟ سطورِ ذیل میں ان ہی مباحث پر روشنی ڈالنے کی فکر کی گئی ہے۔

اٹھارھویں اور انیسویں صدی کی مادیت اس امر کی مدعی ہے کہ دنیا کی اصل صرف مادہ اور ازجی (قوت) ہے ان ہی دو قوتوں سے دنیا کی ہر چیز نے ترکیب پائی ہے اور ان ہی کے ظہور پر کائنات کا اطلاق ہوتا ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ زندگی اور شعور (consciousness) مادہ کے دائرہ سے باہر اپنا مستقل وجود رکھتے ہیں۔ مگر مادیت کہتی ہے کہ ان کا کوئی مستقل وجود نہیں، ان کا سرچشمہ بھی مادہ اور ازجی ہی ہے۔ مادہ کے اجزا کی ترکیب سے جو ایک خاص قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے اسی کا نام زندگی ہے اور زندگی کی ترقی یافتہ صورت کا نام دماغ یا شعور ہے۔ اور چونکہ مادہ پر طبعی اور کیمیاوی قوانین نافذ ہیں، اس لئے زندگی اور شعور بھی ان ہی قوانین کے زیر اثر ہیں۔ مقناطیس کو دیکھو اس میں کشش موجود ہے مگر یہ کشش مقناطیس سے کوئی علیحدہ چیز نہیں ہے، اس کے ذرات ہی میں یہ خاصیت موجود ہے کہ ان میں جذب و کشش ہو اور وہ دوسرے اجسام پر اثر ڈالیں۔ یہی حال شعور کا ہے کہ ذرات کے اتصال سے اس کا ظہور ہوا جب ذرات منتشر ہو جاتے ہیں تو شعور و ادراک کی کیفیت بھی زائل ہو جاتی ہے اور اس فقدان کو ہم موت یا ہلاکت سے تعبیر کرتے ہیں۔

علم الحیات (Biology) نے مادیت کی تائید میں بہت سا مسالہ جمع کر دیا ہے

اس نے بتایا ہے کہ جس جوہرِ حیات (Protoplasm) سے زندگی کا ظہور ہوتا ہے خود اس کی ترکیب کاربن - ہائڈروجن - آکسیجن - نائٹروجن سے عمل میں آئی ہے - یہی گیسیں دوسرے اجسام کو بھی ظہور میں لاتے ہیں اور ان کا وجود بے جان جسموں میں بھی پایا جاتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ زندگی اور شعور مادہ ہی کی ترقی یافتہ صورت کا نام ہے اور مادہ سے علیحدہ ان کا کوئی وجود نہیں ہے مگر مادیت کے ان دلائل پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ان سے زندگی کے حقائق کی گرہ کشائی نہیں ہو سکتی ۔

(۱) علم الحیات سے ثابت ہے کہ انسانی جسم کے تمام ذرات سات یا نو سال میں بالکل ہی بدل جاتے ہیں - آج ہمارے جسم میں جو ذرات ہیں وہ نو سال پہلے نہ تھے اور موجودہ ذرات نو سال بعد معدوم ہو جائیں گے اور انکی جگہ نئے ذرات کا ظہور ہوگا - اگر شعور یا دماغ بھی ذرات ہی کے اثرات ہوتے تو جسمانی نظام بدل جانے سے اسے بھی بدل جانا چاہئے اور انسان کو یہ بھی یاد نہ رہنا چاہئے کہ ایک سال یا دس سال پہلے کیا واقعہ گذرا تھا اور اس نے تین سال پہلے تمسک بھی لکھا تھا یا نہیں ؟ مگر معلوم ہے کہ گذشتہ جنگ کی یاد ابھی تک دماغوں میں تازہ ہے اور ۵۲ سال کے واقعات تک کی تفصیلات دماغوں میں محفوظ ہیں اکثر لوگوں کو بچپن کے واقعات یقیناً یاد ہوں گے حالانکہ اب تک ہمارا جسمانی نظام کئی بار بدل چکا ہے اس حقیقت سے معلوم ہوا کہ شعور ایک ایسی ہستی ہے جس کا انحصار ذرات پر نہیں ہے - ذرات بدل جاتے ہیں مگر شعور باقی رہتا ہے ۔

(۲) یہ کہنا کہ جو قوانین مادیات پر حکمراں ہیں وہی ذہنی کائنات پر بھی حکمراں ہیں مشاہدہ کے خلاف ہے لہٰذا اس کا یہ نتیجہ بھی غلط ہوا کہ ذہن اور شعور مادہ کی پیداوار ہیں - مادہ کے ذرات میں حجم سائز - وزن - شکل سب کچھ موجود ہے مگر شعور ان اوصاف سے خالی ہے آپ پتھر سے بلی کا سر پھوڑ سکتے ہیں کیونکہ دونوں میں مادی ذرات ہیں مگر اسی پتھر سے آرزو اور خواہش کو نہیں پھوڑ سکتے کیونکہ خواہش سائز - شکل اور وزن سے خالی ہے آپ اپنے ہاتھوں کو ناپ سکتے ہیں مگر ذرا اپنی تمناؤں کو تو ناپ